گوشۂ دل

حمرا خلیق

Scanned with CamScanner

ایک نالائق بیٹے کے لیے

حمرا خلیق

۱۴ اپریل ۲۰۲۳ء

گوشۂ دل

حمرا خلیق

اکادمی بازیافت

Scanned with CamScanner

ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائیڈ

۲۵/دسمبر ۱۹۶۲ء کو حیدرآباد سندھ کے ایک گھر میں ایک بچے کا جنم ہوا۔ وہ کون لوگ تھے؟ ان کا خاندان کیا تھا؟ ان کا تعلق سندھ سے تھا یا کہیں اور سے آ کر بس گئے تھے؟ ان کا مذہب کیا ہے۔ ان کا فرقہ کیا ہے؟ ان سب تفصیلات کے بارے میں جاننے میں نہ مجھے کوئی دلچسپی تھی اور نہ کسی دوسرے نے بتایا۔

ایک طویل عرصے کے بعد جب وہ بچہ بڑا ہوا اور حارث کے ذریعے مجھ سے اس کی ملاقات ہوئی تو کچھ مختصر سی معلومات حاصل ہوئیں، مثلاً اس نے انٹر تک حیدرآباد سے تعلیم حاصل کی اس کے بعد گھریلو حالات کی وجہ سے مزید تعلیم حاصل نہیں کر سکا۔ بچپن میں اس کے حالات کیسے تھے۔ اس کے گھر کا کیا ماحول تھا۔ وہ کن مشکلات سے گزرا۔ اس نے کبھی نہیں بتایا، لیکن اس کی شخصیت کو دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ اس نے بہت کچھ سہا ہے۔

ضیاء الحق کے مارشل لا کے دور میں اس نے جب کہ وہ صرف سولہ سال کا تھا۔ اسٹوڈنٹس کی کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ اس کے بعد بھی وہ اس طرح کے کاموں میں سرگرمِ عمل رہا۔ اپنے انھی کاموں کی وجہ سے اسے جیل جانا پڑا۔ وہاں کی سختیاں سہتا رہا۔ ظلم کی ایسی حد بھی برداشت کی کہ پاؤں کی انگلیوں سے ناخن کھینچ لیے گئے، لیکن وہ کبھی ہمت نہیں ہارا۔ اپنا پیٹ پالنے کے لیے سندھی نیوز پیپر میں رپورٹر اور

Scanned with CamScanner

سب ایڈیٹری جاب کرتا رہا۔ وہ ان کتابوں کے اردو سندھی میں ترجمے کیے۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی پر اردو میں ایک تحقیقی کتاب لکھی۔ ایدھی فاؤنڈیشن کے ساتھ ۱۹۸۹ء سے منسلک ہو گیا۔ ایدھی ستار صاحب کی سوانح حیات کا سندھی اور اردو میں ترجمہ کیا۔ ۲۰۰۵ء میں بھارت، پاکستان کے امن مارچ میں حصہ لیا۔

یہ سب تو اس کے کام تھے اور ہیں۔ والدین کے انتقال کے بعد سب سے بڑا ہونے کی وجہ سے اپنے دو چھوٹے بھائیوں کی ذمہ داری بھی اٹھاتا رہا، بلکہ آج تک اٹھا رہا ہے۔ اس نے شادی نہیں کی بس یہی اس کی کل کائنات ہے۔

لیکن شاید اس کی زندگی میں جو کچھ اس پر گزری اور جس کا وہ اپنی زبان سے بہت کم ذکر کرتا ہے اس نے، اس کی شخصیت کو دو حصوں میں بانٹ دیا ہے۔

ویسے تو اس کے ملنے والے بہت ہیں۔ بے شمار لوگ ایسے ملیں گے جو اس کا نام لیتے ہی نہ صرف اسے پہچان جائیں گے بلکہ اس کی شخصیت پر ایک پوری کہانی بیان کرنے کو تیار ہو جائیں گے۔ بعض مرتبہ تو مجھے ایسا بھی محسوس ہوتا ہے کہ وہ کوئی ایسی مخلوق ہے جو بہ ظاہر انسان کی شکل میں ہے، لیکن لوگوں کے لیے کسی پر اسرار کہانی کا کردار ہے۔ جس کا ذکر لوگ مزے لے لے کر کرنا چاہتے ہیں۔ دیکھنے میں وہ اول جلول سا انسان ہے، لیکن اس نے جو کام کیے ہیں، مثلاً کتابیں لکھنا، اخباروں میں مضامین، تحقیق کی کتابیں، تراجم خواہ وہ انگلش سے اردو میں ہوں یا سندھی میں — کیا یہ سب اس کی علمیت اور ذہانت کا ثبوت نہیں ہیں۔ مگر بہت عجیب بلکہ میرے نزدیکی بڑی تکلیف دہ بات یہ ہے کہ اکثر و بیشتر لوگ جو بہ ظاہر اس کے دوست ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اس کے ساتھ صبح و شام گزارتے ہیں، محفلوں میں شریک ہوتے ہیں — وہی لوگ اچانک اس سے بیزار ہو جاتے ہیں۔ اس کی صحبت سے کترانے لگتے ہیں۔ اس کی باتوں سے الجھن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اور ان کا بس نہیں چلتا کہ کہیں اُس کا ذکر نہ سنیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ کوئی دوسرا بھی اس کا ذکر نہ ہی کرے تو بہتر ہے۔ شاید انھیں لگتا ہے کہ اس کے ذکر سے محفل کا سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔

ہاں میں اس کی وجہ بھی جانتی ہوں۔ وہ نہایت منہ پھٹ، بدزبان، بدتہذیب اور

Scanned with CamScanner

بداخلاق آدمی ہے۔ موقع شناس نہ ہونے کی وجہ سے بات کرتے وقت اسے چھوٹے بڑے کا خیال نہیں رہتا۔ نہ کسی مصلحت سے کام لیتا ہے۔ اسے یہ احساس تک نہیں رہتا کہ کوئی شخص عمر میں بڑا ہے، یا رتبے میں بڑا ہے۔ وہ یہ بھی نہیں سوچتا کہ اس کے رویے یا بول چال سے دوسرا شخص کیا محسوس کرے گا۔ اگر اسے کسی کی ایک بات یا ایک حرکت بری لگ جائے تو وہ دس ہزار باتیں سنا دے گا۔ اور آخر میں اس سے ہمیشہ کے لیے قطع تعلق کر لے گا۔ شاید اس کی وجہ برداشت نہ ہونا ہے یا پھر جس خلوص اور دلی لگاؤ سے وہ دوستی اور تعلق نبھاتا ہے اسے دوسرے شخص میں اس کی کمی نظر آنے لگتی ہے۔ اور پھر وہ بھڑک جاتا ہے۔ اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکتا۔ کسی سے ناراض ہو جائے تو بھری محفل میں اس کی بے عزتی کرنے سے گریز نہیں کرتا۔ جن کے ساتھ وہ اٹھتا بیٹھتا ہے، وہ بھی اس کی باتوں سے چڑ جاتے ہیں۔ اور عموماً اس سے ناخوش رہتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی اختلاف کے بعد اس سے ملتا بھی ہے تو اس کے رویے سے منافقت صاف ظاہر ہو رہی ہوتی ہے۔ میں نے مانا کہ اس کی اس عادت اور حرکتوں کی وجہ سے وہ نہایت ناپسندیدہ شخص ہے۔ اکثر وہ عادت سے مجھ سے ناراض ہو جاتا ہے اور مجھ سے اس کی برائی کرتا ہے، لیکن میں کچھ نہیں کہتی۔

میں نے اپنے لڑکپن میں کہانی ''مسٹر جیکل اور مسٹر ہائیڈ'' کے نام سے پڑھی تھی۔ وہ ایک ایسے شخص کے متعلق تھی جس کے دو روپ تھے۔ لیکن فرق صرف اتنا ہوا کہ اس کے کردار مسٹر ہائیڈ کے متعلق آخر تک کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔ اس کی عادت، اس کی فطرت، اس کی خصلت اور وہ تمام حرکات جو وہ خاموشی سے کرتا رہا تھا دوسرے لوگوں یعنی اس کے مریضوں کو چھوڑیے اس کے احباب تک کو اس کا اندازہ نہیں تھا اور شاید اسی لیے اس کا نام مسٹر ہائیڈ تھا۔

لیکن میں جس شخص کا ذکر کر رہی ہوں، اس کے اندر 'مسٹر ہائیڈ' کو میں نے پہلے برسرِ عام لا کھڑا کیا ہے — تاہم اس کے اس روپ کے باوجود مجھے اس میں کبھی کوئی عجیب و غریب بات نہیں لگی۔ چوں کہ بہرحال، ہے تو وہ بھی خدا کا پیدا کردہ ایک انسان۔ وہ اپنی تمام خرابیوں کے باوجود مجھے بہت عزیز ہے۔

ہاں وہ انسان ہے — ان تمام خرابیوں کے باوجود وہ ایک رحم دل، ہمدرد اور مدد

کرنے والا انسان ہے— اپنی لاکھ پریشانیوں کے باوجود اگر وہ کسی اپنے کی پریشانی کا سن لے گا تو اس کے لیے جو بھی ممکن ہے، وہ کرنے کے لیے کھڑا ہو جائے گا۔ اس کا مجھے کئی بار تجربہ ہوا۔ خلیق کو M.R.I کے لیے آغا خان ہسپتال لے جانا تھا۔ حارث اسلام آباد میں تھا۔ طارق دفتر گیا ہوا تھا۔ گاڑی ہمارے پاس نہیں تھی۔ اچانک مجھے اُس کا خیال آیا۔ میں نے اُس سے کہا تو وہ فوراً ٹیکسی لے کر آ گیا۔ ڈاکٹر نے ہمیں شام کا وقت دیا ہوا تھا، لیکن اچانک ایمرجنسی میں کسی مریض کے آ جانے کی وجہ سے انتظار کرنا پڑا۔ وہ ہمارے پاس بیٹھا رہا۔ کبھی چائے لے کر آتا کبھی پانی کو پوچھتا۔ لیکن جیسے خود اسے کسی کی ضرورت نہیں تھی۔ نہایت سکون سے بیٹھا رہا۔ ہمیں فارغ ہوتے ہوئے رات کے گیارہ بج گئے۔ اس نے واپسی کی ٹیکسی کا انتظام کیا اور ہمیں گھر چھوڑ کر بغیر کچھ کھائے پیے واپس چلا گیا۔

میں نے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو ناراض ہونے لگا۔ ظاہر ہے مجھے اس کی ناراضی منظور نہیں تھی۔

خلیق کی جس دن death ہوئی، سب رشتے دار اپنے اپنے گھر گئے۔ حارث میرے کمرے میں سو رہا تھا۔ لیکن وہ نہیں گیا۔ اس نے گھر والوں سے ایک گدا مانگا اور میرے کمرے میں زمین پر ڈال کر لیٹ گیا۔ شاید اسے یہ منظور نہیں تھا کہ میں ان حالات میں اکیلی رہوں۔ مجھے یاد ہے کہ مجھے تو ظاہر ہے نیند نہیں آ رہی تھی لیکن وہ بھی تھوڑی دیر میں اٹھتا، مجھے جھانکتا۔ پوچھتا کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ وہ صرف اس دن میرے پاس نہیں رہا۔ ایک ہفتہ تک میرے کمرے میں میرے پاس سوتا رہا اور پتا نہیں کتنے عرصے تک روز میرے پاس آتا تھا۔ یہ اس کا فرض تو نہیں تھا۔ لیکن چوں کہ حارث اپنی ملازمت کی وجہ سے واپس اسلام آباد جا چکا تھا اور طارق اکیلا تھا تو شاید اس نے بڑے بھائی ہونے کا فرض پورا کیا۔

اسے بھی شاید مجھ پر بڑا مان ہے۔ سوشل فورم کے زمانے میں اس نے جن تین مہمانوں کو ہمارے گھر میں ٹھہرایا تھا ان میں و ج، گریسی اور انیتا تھیں۔ وہ لوگ چند دن ٹھہرے تھے لیکن ایک گہرا رشتہ قائم کر گئے۔ ہماری طرح انھیں بھی ضرور حیرت ہوئی ہوگی کہ کن اجنبیوں کے گھر ٹھہرایا گیا ہے۔ پتا نہیں کیسے لوگ ہوں گے، لیکن اتنے کم دنوں میں نہ

وہ ہمارے لیے اجنبی اور غیر رہے اور نہ ہی ہم اُن کے لیے۔

یہ واقعہ میں نے اس لیے سنایا ہے کہ وہ انسان شاید ہمیں بالکل اپنا سمجھنے لگا تھا۔ حتیٰ کہ اس نے جب مہمان ہمارے گھر میں ٹھہرائے تو اس نے پہلے سے پوچھنے یا اجازت لینے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ خلیق بیمار تھے۔ بیڈ ریڈن تھے، لیکن انھیں بھی اجنبیوں کا گھر میں اس طرح آجانا ناگوار نہیں گزرا۔ وجے اور گریسی اکثر ان کے پاس بیٹھ کر ان سے باتیں کرتے۔

یہ تو اس کے میرے ساتھ ہونے والے واقعات کا ذکر ہے۔ تو کیا وہ یہ سب ہمدردیاں اوروں کے ساتھ نہیں کرتا ہوگا — مجھے یقین ہے، ضرور کرتا ہوگا۔ آخر وہ ڈاکٹر جیکل بھی تو ہے نا۔ جب اس کی شخصیت کا انسانی روپ اجاگر ہوتا ہوگا تو وہ یقیناً صرف ڈاکٹر جیکل ہی بن جاتا ہوگا۔

آخر میں، میں صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ ''ہم، 'ہم سب' خود کو اعلیٰ ترین، ذہین ترین بہترین اخلاق رکھنے والے، مہذب، تمیزدار، پڑھے لکھے، محفل میں آداب محفل جاننے والے انسان سمجھتے ہیں اور وہ سیکڑوں لوگ جو اس کو بدتہذیب، بداخلاق، سرپھرا انسان سمجھتے ہیں انھوں نے کبھی یہ کوشش کی کہ اس کے اس طرح کا آدمی بن جانے کی کیا وجہ ہوگی۔ اکثر ہم اس سے کترا جاتے ہیں۔ اس سے چڑ جاتے ہیں۔ بور ہو جاتے ہیں۔ فرض کیجیے آپ جیسے مہذب، تعلیم یافتہ، خوش اخلاق لوگوں میں سے ایک دم سے کسی کا چھپا ہوا رخ سامنے آجائے تو آپ کیا کریں گے؟

کیا آپ اس کو چھوڑ دیں گے۔ اس سے بیزار ہو جائیں گے؟ اس سے بات کرنا پسند نہیں کریں گے؟ اس کو اپنی محفل سے باہر کر دیں گے؟ اور اگر خدانخواستہ وہ آپ کی فیملی کا حصہ ہوگا تو آپ کیا کریں گے؟

آپ نے ڈاکٹر جیکل اور مسٹر ہائیڈ کے بارے میں تو سب پڑھ لیا، لیکن یہ نہیں پوچھا کہ وہ تو ایک کہانی تھی، لیکن جس کے بارے میں، میں نے لکھا ہے، وہ جیتا جاگتا ایک انسان کون ہے — تو سنیے وہ اسلم خواجہ ہے۔ اور اپنی اس دہری شخصیت کے باوجود مجھے بہت عزیز ہے۔

○

Scanned with CamScanner